الصلاۃ و السلام علیك یا خاتم المعصومین ﷺ

کنز المدارس کے نصاب میں داخل علمِ فلسفہ کے موضوع پر بنیادی کتاب

توضیح الحکمت

شرح

ہدایت الحکمت

زیرِ شفقت:

استاذِ محترم علامہ ازہار علی عطاری صاحب (ادام اللہ ظلہ)

سینئر مدرس آف جامعۃ المدینہ عثمانِ غنی کراچی

کاوش:

محمد شفیق نقشبندی (عفی عنہ)

متعلم آف جامعۃ المدینہ عثمانِ غنی کراچی

فہرست

* * *

التماس

اس کتاب میں جو بہتری نظر آئے وہ اساتذہ کرام کی محنت کا نتیجہ ہے اور جو کمی واقع ہوئی ہے وہ ہماری کوتاہی کا نتیجہ ہے، اللہ پاک ہمارا حامی و ناصر ہو۔

اس کتاب کو بغور لکھا گیا ہے اس کے باوجود اگر اس میں کوئی کمی یا غلطی واقع ہوئی ہو تو ہماری فورا اصلاح فرماء کر ثوابِ داریں حاصل کریں۔

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائنگ: سجاد رضا نقشبندی

03130395622

* * *

مقدمه

عام لفظون میں حکمت کا مفہوم یہ ہے کہ اشیاء کی معرفت کو جان کر ان کے ساتھ ان کی او قات کے مطابق معاملہ کرنا حکمت ہے اور اس کو دانائی بھی کہا جاتا ہے، حکمت کا سلسلہ تب سے ہے جب سے انسان ہے بلکہ انسان کے وجود سے بھی پہلے عالم ارواح میں حکمت کا ہونا ثابت ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ:(واذ اخذ الله میثاق النبیین)اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کے تمام انبیاء کرام کو حکمت عطاء کی گئی خصوصاً حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کا حکیم ہونا مشہور ہے آپ کے نبی ہونے یا نبی نہ ہونے کا مسئلہ تو الگ ہے لیکن حکمت کا ان کو عطاء کرنا، یہ نص قرآن سے ثابت ہے(ولقد آتینا لقمن الحکمة)ہر فن کی طرح حکمت کاوجود بھی پہلے موجود ہے مگر اس کے قوانین اور اس کو ایک فن کی شکل دینا یہ بعد میں کیا گیاہے عربی زبان کی طرح۔ اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے کا مطلب یہ ہے کے اس نے تمام مخلوق کے ساتھ ان کے تقاضے کے مطابق معاملہ فرمایا کہ جس کو نبی بنانا تھا اس کو نبی بنایا کسی کو انسان بنانا تھا اس کو انسان بنایا(وعلي ذلك)

اعتراض: حکمت میں اشیاء کی معرفت جان کر پھر معاملہ کیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو تمام چیزوں کا پہلے سے علم رکھنے والا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لئے تمام صفات کے منتہیٰ ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے جیسے رحمن میں رحم کی معنی دل کا نرم ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ دل سے پاک ہے تو رحم کی منتھیٰ معنی نرمی کرنا آسانی کرنا تو رحمن کی معنی ہو گی بندوں پر نرمی فرمانے والا اسی طرح حکمت مین بھی منتہی والی معنی کا اعتبار ہو گا یعنی بندوں کے تقاضوں کے مطابق معاملہ کرنا اس کو حکیم کہا جائے گا اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام چیزوں کا علم ظنی ہے مع الانبیاء سواء وہ علم جو انبیاء کرام کو وحی کے ذریعے حاصل ہوا ہو کیونکہ وحی من جانب اللہ ہوتی ہے تو وحی قطعی علم کو لازم ہے اور جو علم ظنی ہو وہ خطاء کا امکان

رکھتا ہے تو کم عقل لوگ ظنی علم کے بناء پر ذات باری تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کے کائنات کی ہر چیز عقل میں آئے یہ ممکن نہیں ہے، اسے لئے کہ بندوں کا علم بھی ظنی ہے۔

حقیقت کی معنی ہے (مابه الشيء) یعنی وہ چیز جس کی وجہ سے ہے اس کو حقیقت وماہیت کہتے ہیں اور جو حقائق انسانوں نے بیان کئے ہیں وہ تمام ظنی ہے جیسے مناطق انسان کی حقیقت حیوان ناطق بتاتے ہیں حالانکہ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ انسان کی حقیقت تو مٹی ہے جس سے وہ بنا اور تخلیق ہوا ہے لہذا یہ بات کی غلطی کا احتمال رک سکتی ہے کیونکہ کسی چیز کی حقیقت جب قطعی چیز واضح ہو جائے گی تو ظنی بیان کر دی بات ختم ہو جائے گی۔

علم الحکمت کا موضوع: اشیاء کا موجود ہونا ہے۔

علم الحکمت کا اول واضح: فیثا غورث نامی فلاسفی ہے جو کہ ارسطو کا استاذ ہے اس کے علاوہ دوسرے بھی واضع ہیں۔

(1) فیثا غورث: علم الحکمت کا پہلا واضع ہے جو کہ (580) یا (570) ق م کے درمیان پیدا ہوا اور (500) قبل مسیح میں فوت ہوا اس کو یونان کے فلاسفر اور حکماء میں مشہور فلاسفی شمار کیا جاتا ہے اس نے حضرت سلیمان علیہ السّلام بن داؤد علیہ السّلام سے مصر میں علم حکمت حاصل کیا جب وہ شام سے مصر آئے تھے اور ان سے پہلے اس نے مصریوں سے علم اعداد سیکھا پھر یونان جاکر وہاں لوگوں کو یہ علم سکھایا اور علم الطبیعۃ کی تعلیم بھی دی۔

(2) سقراط: اس کی پیدائش سن (470) قبل مسیح میں ہوئی اور سن (399) میں وفات پائی عمر تقریباً (71) سال بنتی ہے یہ بھی یونانی فلسفی تھے اور یہ ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے تاریخ میں اعجاز حاصل کیا۔ سقراط کی الحب کی وجہ سے پچانا جاتا ہے کیون کے اس نے اپنی عمر کا کافی عرصہ حب میں گذارا، یہ فیثا غورث کے تلامذہ میں سے تھے اس نے علوم الاہیہ پر فلسفہ کا

اختصار کیا اور دنیا کی لذات سے اعراض کیا اور بتوں کی عبادت کرنے میں یونانی کی مخالفت کا اعلان بھی کیا سقراط کی کوئی کتاب معروف نہیں ہے۔

(3)افلاطون: افلاطون کا شمار فلاسفہ عالم کے مشاہیر میں ہوتا ہے بلکہ ان میں بڑے قدر والے تھے ان کی پیدائش دو ائینا میں سن (427) قبل مسیح ہوئی اور (347) میں وفات پائی جب بھی افلاطون کے طلبہ اس کے یہاں حاضر ہوتے تو یہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہو جاتے اور انھیں درس دیتے۔

(4)ارسطوطالیس: ان کی پیدائش (384) قبل مسیح (322) ارسطوطالیس یہ بھی افلاطون کا شاگرد تھا اور اس کے پاس (20) سال رہ کر علم حاصل کیا اور افلاطون اپنے تمام شاگردوں پر اس کو ترجیح دیتا تھا۔

اهم اصطلاحات

الجسم: جسم وہ چیز ہے جو ابعاد ثلاثہ کو قبول کرے (1) طول (لمبائی)(2) عرض (چوڑائی) (3) عمق (گہرائی) پھر اگر وہ چیز جوہر یعنی قائم بذاتہ ہو تو جسم طبیعی ہو گا اور اگر قائم بذاتہ نہ ہو بلکہ عرض یعنی قائم بغیرہ ہو تو جسم تعلیمی ہو گا۔ مثال: کتاب جسم طبیعی ہے کہ جوہر ہے اور کپڑے پر سفید رنگ کا ہونا جسم تعلیمی ہے کہ یہ عرض ہے کے وہ کپڑے کی وجہ سے قائم ہے۔

جسم طبیعی: حکماء مشائین کے نزدیک: جسم طبیعی ہیولیٰ اور صورت جسمیہ سے مرکب ہے حکماء اشراقی: جسم طبیعی مفرد جوہر ہے مرکب نہیں ہے بلکہ صرف صورت جسمیہ ہے جو قائم بذاتہ ہے بغیر کسی چیز کے حائل ہوئے۔ متکلمین (یعنی ہم): جسم طبیعی جواہر مفردہ سے مرکب ہے یعنی ایسے اجزاء سے مل کر بنتا ہے جو متجزی نہ ہو اور ہیولیٰ باطل ہے

جسم تعلیمی: یہ جسم ایسا عرض ہے جو بالذات تین جہات میں منقسم ہونے کے قابل ہوتا ہے اس کو تعلیمی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں علم تعلیمی کے بارے میں بحث کیا جاتا ہے یعنی علم

ریاضی۔

الھیولیٰ: ہیولیٰ وہ جوہر ہے جو اتصال اور انفصال کو قبول کرے اور یہ دو صورتوں کے لئے محل بنتا ہے صورت جسمیہ اور صورت نوعی۔

القسمة: یعنی تقسیم: لغۃً اس کو مقدار و اقتدار کو تقسیم کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔
حکماء و متکلمین کہتے ہیں: القسمۃ ابتداء دو طرح کی ہوتی ہے (1) کل اجزاء کی طرف تقسیم (2) کلی کے جزئیات کی طرف تقسیم۔ پھر **تقسیم الکل الی الاجزاء** کی دو قسمیں ہیں:

(1) **تقسیم خارجیه**: یہ ایسی تقسیم ہے جو خارج میں انفصال کو ثابت کرتی ہے اسے تقسیم انفکاکیہ کہتے ہیں فکیہ اور فعلیہ بھی کہا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(i) **تقسیم قطعیه**: جو تقسیم دھاریدار آلہ کے سبب ہو اور جسم میں انفصال ثابت کرے اس کو تقسیم قطعیہ کہتے ہیں۔

(ii) **تقسیم کسریه**: جو تقسیم کسی آلہ کے سبب نہ ہو بلکہ ایسے ہی اس کو توڑ دیا گیا ہو (یعنی ہاتھ وغیرہ سے)۔ پہلے میں کٹائی برابر ہو گی جبکہ دوسرے میں برابر نہیں ہو گی۔

(2) **تقسیم ذہنی**: جو تقسیم خارج میں انفصال کو ثابت نہ کرے بلکہ ذہن میں ثابت کرے اس کو تقسیم ذہنی کہتے ہیں اس کی بھی دو قسمین ہیں:

(i) **تقسیم فرضیه**: یہ تقسیم عقل کے ذریعے کلیات کو فرض کرنے سے ہوتی ہے جیسے کسی چیز کا نصف یا چوتھائی فرض کیا جائے۔

(ii) **تقسیم وھمیه**: جو تقسیم ایک چیز کو دوسرے چیز کے بغیر فرض کرنے سے ہوتی ہو کبھی فرضیہ کو عقل کے فرض کرنے اور وہمیہ کو توہم جزئیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

* * *

ھدایت الحکمت سے علم الطبعیات

کتاب ہدایۃ الحکمت تین قسموں پر مشتمل ہے:

پہلی قسم علم المنطق کے بارے میں۔

دوسری قسم علم الطبیعات کے متعلق۔

تیسری قسم علم الاہیات کے بارے میں۔

اکثر طور پر علم المنطق کو فلسفہ سے الگ پڑھا جاتا ہے اس وجہ سے اکثر علماء کرام اس کو شمار نہیں کرتے فقط دو علموں علم طبیعات اور علم الاہیات پر بحث کرتے ہیں، ہمارے (نصاب کنز المدارس بورڈ دعوت اسلامی) میں چونکہ صرف علم الطبیعات شامل ہے تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کریں گے۔

قسم ثانی طبیعات کے متعلق ہے اور اس قسم میں تین فنون ہے پہلا فن ان احوال کے بارے میں ہے جو عام طور پر اجسام کو شامل ہوتے ہیں اور اس فن اوّل میں دس فصلیں ہیں جن کی وضاحت زیر بحث ہیں۔

* * *

فصلِ اول: جزءِ لایتجزیٰ کے ابطال کے متعلق

ہمارا اور فلاسفہ کا اس بات پر اختلاف ہے کے اجزاء متجزی ہوتے ہیں یا نہیں؟ یعنی جن اجزاء سے مل کر جسم بنتا ہے وہ اجزاء منقسم ہوتے ہیں یا نہیں؟

عندنا: اجزاء متجزی نہیں ہوتے یعنی ہم جزء لا ایجزی کے قائل ہیں۔

عند الحکماء: جزء لا یتجزی باطل ہے کیونکہ عقل کے طور پر ان اجزاء کا منقسم ہونا ممکن ہے۔

دلیل: آپ تین اجزاء کا تصور کریں کہ درمیان والا جزء دائیں اور بائیں والے جزئوں کے ساتھ ملا ہوا ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں ہو گا۔

درمیان والا جزء طرفین سے ملنے میں مانع ہو گا یا مانع نہیں ہو گا؟

مانع نہ ہو یہ محال ہے کیونکہ مانع نہ ماننے سے اجزاء کا متداخل ہونا لازم آئے گا اور جواہر میں تداخل باطل ہے کے ورنہ وسط وسط نہیں رہے گا اور طرف طرف نہیں رہے گا حالانکہ ہمارا مفروضہ وسط اور طرف والا ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ درمیان والا جزء تلاقی الطرفین سے مانع ہے (یعنی تین مل کر ایک جسم نہیں ہو سکتے) تو پھر وسط کا وہ حصہ جو دائیں جزء کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ اس حصہ کا غیر ہے جو حصہ بائیں جزء سے ملا ہوا ہے یعنی وسط والا جزء ذوالطرفین ہوا اور جو ذوالطرفین ہو وہ تقسیم ہوتا ہے۔

جس طرح ہم اگر ایک جزء کو "**ملتقیء جزئین**" پر فرض کریں تو دو صورتوں سے خالی نہیں، دونوں جزئوں میں سے کسی ایک کے اوپر ہو گا یا عینِ ملتقیٰ پر ہو گا، پہلی صورت باطل ہے کیونکہ ملتقی سے دور ہے بہر حال دوسری صورت میں اوپر والے جزء کا جو حصہ نیچے والے دائیں سے ملا ہوا ہے وہ یقیناً بائیں والے جزء کے ساتھ ملنے والے حصہ کا غیر ہو گا تو ذوالطرفین ہوا اور ذوالطرفین انقسام کو لازم ہے لہذا معلوم ہوا کے اجزاء متجزی ہوتے ہیں اور اجزاء لا تتجزی باطل ہے۔

فلاسفہ کارد بلیغ

جواب(1): آپ کے مفروضہ میں ابطال ہے وہ اس طرح کہ اجزاء لا تتجزی میں اتصال نہیں ہوتا بلکہ اجزاء سے ملکر جسم بنتا ہے اور ترکیب کے لیئے ضروری نہیں کے اتصال ہو، زیادہ قریب قریب ہونے کو وجہ سے ظاہری نظر میں اتصال نظر آتا ہے یہ نظر کا قصور ہے، جیسے انسان کے جسم سے پسینا نکلتا ہے حالانکہ جسم میں سوراخ نظر تو نہیں آتے لہذا اجزاء لا تتجزی ثابت ہیں۔

جواب(2): ہر انسان دوسرے انسان سے طاقت میں اکثر زیادہ ہوتا ہے اگر ایک شخص کسی چیز کے ٹکڑے کرے کہ اس کے مزید ٹکڑے کرنے سے عاجز ہو پھر اسے سے زیادہ طاقتور والا اس کے مزید ٹکڑے کرے گا پھر اسی طرح کوئی اور آئے اور اس کے مزید ٹکڑے کرے۔(وعلی هذالقیاس)

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے(وَمَزَّ قْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّق)اب پوری کائنات میں اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کوئی طاقت والا نہیں تو جب ذات باری تعالٰی کسی چیز کے ٹکڑے کرے تو کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس کے آگے ٹکڑے کرے کیونکہ ہر چیز اللہ تعالٰی کے مقابل کمزور ہے لہذا وہ اجزاء لا تتجزی کو قبول نہیں کریں گے لہذا اجزاء لا تتجزی ثابت ہے۔

جواب(3): اجسام کے صغر و کبر کا اعتبار اجزاء کے کم یا زیادہ ہونے سے ہوتا ہے جس کے اجزاء زیادہ ہوں وہ بڑا ہوتا ہے اور جس کے اجزاء کم ہو وہ اس کے مقابل چھوٹا ہوتا ہے، اگر اجزاء لا تتجزی کو باطل کریں تو پھر گندم و پہاڑ کا برابر ہونا لازم آئے گا کہ گندم کہ دانے کو کاٹتے ہوئے اس کی انتہی نہیں ہوگی تو اس کا پہاڑ کے آگے چھوٹا ہونا کیسے ثابت ہوگا لہذا ماننا پڑے گا کہ اجزاء متجزی نہیں ہوتے اجزاء تجزی ثابت ہیں۔

* * *

فصلِ ثانی: اثباتِ ہیولیٰ کے متعلق

فلاسفہ جزء لا یتجزی کو ثابت کریں یا باطل کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا نہ ہی کوئی عقائدِ اسلام میں خرابی ہوتی ہے مگر انہوں نے جزء لا یتجزی کو باطل کیا تو پھر ہیولیٰ کے قائل ہوئے کہ جسم ہیولیٰ اور صورت جسمیہ سے بنتا ہے اور ہیولیٰ کی وجہ سے اشیاء کے قدیم ہونے کا قول کیا جو کہ بڑی خرابی ہے، اس وجہ سے ہم ان کی بنیاد یعنی جزء لا یتجزی کے باطل ہونے کا رد کرتے ہیں اور اجزاء لا تتجزی کو ثابت کرتے ہیں۔ اس دوسری فصل میں وہ ہیولیٰ کے اثبات پر کلام کریں گے پھر تیسری فصل کے بعد ہم (متکلمین) ان کی رد کریں گے۔

فلاسفہ کا مؤقف: ہر جسم دو اجزاء سے مرکب ہوتا ہے ان میں ایک دوسرے میں حلول کرتا ہے جو حلول کرے وہ حال اور جس میں حلول کرے وہ محل ہوتا ہے حال کو صورت جسمیہ اور محل کو ہیولیٰ کہتے ہیں۔

دلیل: بعض اجسام جو قابل للانفکاک یعنی انفصال کو قبول کرنے والے ہوتے ہیں ان کا متصل واحد ہونا واجب ہے جیسے آگ اور پانی وغیرہ اگر یہ متصل واحد نہ ہو تو اس جسم کا مؤلف باالاجزاء ہونا لازم آئے گا پھر مؤلف باالاجزاء کی دو صورتیں بنتی ہیں وہ اجزاء لا تتجزی ہوں گے یا اجزاء تتجزی ہوں گے اجزاء لا تتجزی کو پیچھے ہم باطل کر چکے ہیں اب اجزاء تتجزی کی تین صورتیں بنتی ہے وہ اجزاء ایک جہت کو قبول کریں گے یا دو جہتوں کو قبول کریں گے یا تین جہتوں کو قبول کریں گے،

ایک جہت کو قبول کرے تو خط دو جہتوں کو قبول کرے تو سطحہ اور تین جہتوں کو قبول کرے تو جسم ہو گا، خط اور سطحہ کو ہم باطل کر چکے ہیں ان کے باطل ہونے کی وجہ آگے آئے گی اور جسم بھی باطل ہے کیونکہ ہمارا مفروضہ مفرد ہے جب کہ جسم مرکب ہوتا ہے لہذا بعض اجسام قابل للانفکاک کا متصل واحد ہونا ضروری ہے تو اس وجہ سے ہیولیٰ کا تمام اجسام میں ہونا لازم آئے گا۔

دلیل: جو متصل واحد جسم قابل للانفکاک ہوا صل میں وہ خود اس انفصال کو قبول نہیں کرتا بلکہ کو دوسری قابل للانفکاک ہوتی ہے پھر جسم کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جسم میں تین چیزیں ہوتی ہے(1)صورت جسمیہ(2)صورت نوعیہ(3)ہیولیٰ۔

صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ انفصال کو قبول نہیں کرتے۔

دلیل: کیونکہ ان دونوں میں اتصال ہوتا ہے اور جن میں اتصال ہو وہ انفصال کو قبول نہیں کرتی ورنہ اتصال اور انفصال کا جمع ہونا لازم آئے گا حالانکہ اجتماع ضدین محال ہے اور قائدہ بھی ہے کہ قابل کے وجود کا مقبول کے ساتھ ہونا ضروری ہے لہذا ان میں انفصال نہیں ہوسکتا تو تیسری چیز یعنی ہیولیٰ کا قابل للانفکاک ہونا لازم آئے گا۔

دعویٰ: جب یہ ثابت ہوا کہ اجسام میں ہیولیٰ ہوتا ہے تو اب تمام اجسام کا ہیولیٰ اور صورت جسمیہ سے مرکب ہوناضروری ہے۔

دلیل: کیونکہ صورت جسمیہ اپنے محل سے غنی ہوگی یا نہیں، غنی ہو یہ نہیں ہوسکتا ورنہ اس صورت جسمیہ کا محل میں حلول کرنا محال ہو جائے گا جس محل کی طرف وہ محتاج ہوتی ہے یہ قائدہ بھی ہے کہ جو شئ جس سے غنی ہوتی ہے اس شئ کا حلول اس میں نہیں ہوسکتا لہذا صورت جسمیہ محل کی طرف محتاج ہوگی تو جسم ہیولیٰ اور صورت جسمیہ سے مرکب ہو کر بنے گا۔

* * *

فصل ثالث: صورةِ جسمیہ ھیولیٰ کے بغیر نھیں آتی!

فلاسفہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صورت جسمیہ ہیولیٰ کہ بغیر نہیں آسکتی ھمیشہ ہیولیٰ کے ساتھ ہو گی۔

دلیل: اگر صورت جسمیہ کو ہیولیٰ کے بغیر تصور کریں تو اس صورت جسمیہ کی دو صورتیں ہوں گی، وہ متناہی ہو گی یا غیر متناہی۔ یہ دونوں باطل ہیں، صورت جسمیہ غیر متناہی نہیں ہو سکتی کیونکہ صورت جسمیہ ایک قسم کا جسم ہے اور تمام اجسام متناہی ہوتے ہیں اگر غیر متناہی مانے تو مبداء واحد سے نکلنے والی دو لکیریں جو "لا الی نھایہ" تک لمبی ہو تو عقلی طور پر ان کے درمیان فاصلہ بھی "لا الی نھایہ" ہونا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے وہ فاصلہ بھی متناہی ہے کیونکہ یہ دو خطوں کے درمیان ہے اور جو دو خطوں کے درمیان ہو تا ہے وہ متناہی ہو تا ہے لہذا اجسام کا متناہی ہونا ثابت ہے اور صورت جسمیہ متناہی بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اگر متناہی ہوتی تو اس کے ایک یا ایک سے زائد حدوں سے احاطہ کیا گیا ہو تا اور جس کا حدوں سے احاطہ کیا جائے وہ متشکل ہو تا ہے۔

سوال: پھر صورتِ جسمیہ کو شکل ملنے کا سبب وجہ کیا ہو گی؟

جواب: ان کے متعلق تین چیزیں ہیں:

(1) جسمیت: یہ محال ہے کیونکہ جسمیت تمام اجسام میں ہوتی ہے جس وجہ سے تمام اجسام کا ایک جیسا ہونا لازم آئے گا حالانکہ ہر جسم دوسرے سے شکل میں مختلف ہو تا ہے لہذا مختلف ہونے کی وجہ سے جسمیت نہیں ہو سکتی۔

(2) سبب لازم: اشکال کے مختلف ہونے کی وجہ سبب لازم بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ جسمیت کے ساتھ لازم ہو تا ہے جہاں یہ ہو گا وہاں جسمیت ہو گی اور تمام اشکال کا ایک جیسا ہونا لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔

(3) سبب عارض: اختلاف کی سبب یہ بھی نہیں، کیونکہ یہ سبب ہو تو ایک صورت کا دوسری صورت سے متشکل ہونا ممکن ہوگا یعنی اشکال میں زوال ہوگا اور شکل سابق کا زائل ہونا اور شکل لاحق کا لاحق ہونا یہ انفصال پر دلالت کرتا ہے اور انفصال کو قبول کرنے والا ہیولیٰ ہوتا ہے یعنی اس میں ہیولیٰ کا ہونا لازم آئے گا حالانکہ ہمارا مفروضہ تھا کہ صورت جسمیہ ہیولیٰ کے بغیر آسکتی ہے جو کہ باطل ہو چکا ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ صورت جسمیہ ہیولیٰ کے بغیر نہیں آسکتی ہے۔

فلاسفہ کو جواب

فلاسفہ نے کہا کہ جسم میں اتصال ہوتا ہے جس وجہ سے انہوں نے ہیولیٰ اور صورت جسمیہ سے جسم کو مرکب مانا، ہمارے نزدیک: جسم میں اتصال نہیں تو انفصال کیسا لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ جسم اجزاء لاتتجزی سے بنتا ہے اور اجزاء بکھرے ہوئے ہوں تو انفصال ہوتا ہے، اور ان کا ہیولیٰ کو ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل دینا باطل ہے کہ ہر جسم قابل للانفکاک ہونے کی وجہ سے اس میں ہیولیٰ ہوتا ہے، حالانکہ افلاک ایک جسم ہے اور یہ قابل للانفصال نہیں ہے جب انفصال کو قبول نہیں کرتا تو ہیولیٰ نہیں ہوگا کیونکہ انفصال کو قبول کرتا ہی ہیولیٰ ہے لہٰذا افلاک میں ہیولیٰ نہیں ہے اس باوجود بھی یہ جسم ہے لہٰذا آپ کا ہیولیٰ کو ثابت کرنا باطل ہوا۔

نوٹ: تیسری فصل دوسری فصل کے لئے ایک قسم کی پابندی ہے، جب ہم نے رد کر کے اصل چیز کو ہی باطل کر دیا تو اس کی پابندی کی کوئی قدر نہیں۔

* * *

فصل رابع: ھیولیٰ صورتِ جسمیہ کے بغیر نہیں آتا۔

دعوی: فلاسفہ کا یہ دعوی ہے کہ ہیولیٰ صورتِ جسمیہ کے بغیر نہیں آتا وہ دونوں جدا بھی نہیں ہوسکتے۔

دلیل: اگر ہیولیٰ صورتِ جسمیہ کے بغیر ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہوں گی:

وہ ذات وضع (یعنی قابل للاشارہ حسیہ) ہوگا (یہ اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جو نظر آئے اور اس کی طرف اشارہ کیا جائے) یا قابل للاشارہ حسیہ نہیں ہوگا اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔

پہلی صورت: وہ اس طرح کہ اگر اس ہیولیٰ کو قابل للاشارہ حسیہ مانے تو پھر یہ تقسیم کو قبول کرے گا یا قبول نہیں کرے گا قبول نہ کرے (یعنی دوسری صورت) پر نہیں ہوسکتا کیونکہ جس کو وضع کیا گیا ہے اور اشارہ بھی کیا جارہا ہے تو اشارہ سے اس کی دو جہتیں ہوگی اور جو ذو جہت ہو وہ منقسم ہوتا ہے اور اس کا منقسم ہونا بھی باطل ہے کیونکہ منقسم ہونے میں یہ ایک جہت کی طرف تقسیم ہوگا یا دو جہت کی طرف یا تین میں، اگر ایک جہت میں ہو تو اس کو خط کہتے ہیں اور اگر دو میں ہو تو اسے سطح کہتے ہیں اور اگر تین جہتون میں ہو تو اس کو جسم کہتے ہیں اور یہ تینوں باطل ہیں!

خط اس طرح باطل ہے کہ خط کا وجود مستقل نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس خط کے گرد دو سطحیں فرض کریں تو دو صورتیں ہوگی، وہ ان کو مانع ہوگا یا نہیں، اگر مانع نہ ہو تو تداخل لازم آئے گا اور جواہر کی طرح خطوط میں بھی تداخل باطل ہوتا ہے اور مانع ہو تو خط کا دو جہتوں میں منقسم ہونا لازم آئے گا کہ خط کا جو حصہ ایک سطح سے ملا ہوا ہے وہ اس حصہ کا غیر ہوگا جو حصہ دوسری سطح سے ملا ہوا ہے تو خط کا ذو جہت ہونا لازم آئے گا اور جو ذو جہت ہو قابل تقسیم ہوتا ہے اور یہ محال ہے۔

اسی طرح سطح کو دو جسموں کے درمیان فرض کریں تو وہ بھی باطل ہے، اس کا جسم ہونا بھی

درست نہیں ہے کیونکہ جسم ہیولیٰ اور صورت جسمیہ سے مرکب ہوتا ہے اور مفروضہ باطل ہوجائے گا کیونکہ ہم نے ہیولیٰ کو صورت جسمیہ کے بغیر فرض کیا تھا۔

دوسری صورت: ہیولیٰ غیر ذات وضع ہو (قابل للاشارہ حسیہ نہ ہو) یہ بھی باطل ہے۔

دلیل: یہ غیر ذات وضع ہوگا تو اس کے ساتھ جب صورت جسمیہ ملے گی تو اس کی دو صورتیں بنے گی، وہ صورت کسی حیز میں ہوگی یا کسی حیز میں نہ ہوگی دوسری صورت باطل ہے، دلیل: کیونکہ صورت جسمیہ اور ہیولیٰ یہ جسم میں ہوتے ہیں اور جو جسم ہو اس کا کسی حیز (یعنی مکان) میں ہونا ضروری ہے، جب حیز میں ہوگا تو اس کی دو صورتیں بنے گی، ایک حیز میں ہوگا یا ایک سے زائد احیاز میں ہوگا دوسری صورت تمام احیاز میں ہونا باطل ہے کیونکہ ایک جسم ایک ہی وقت ایک سے زائد احیاز میں کیسے ہوگا یہ تو بدہی طور پر باطل ہے۔

پہلی صورت کہ ایک حیز میں ہو یہ بھی باطل ہے۔ دلیل: کیونکہ پھر وہ جسم کسی حیز میں ہوگا؟ کسی ایک کو معین کرے تو "**ترجیح بلا مرجح**" لازم آئے گا جو کہ باطل ہے، لہٰذا ہیولیٰ صورت جسمیہ کے بغیر نہ ذاتِ وضع ہوسکتا ہے نہ غیر ذات وضع، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہیولیٰ صورت جسمیہ کے بغیر آہی نہیں سکتا۔

اعتراض: آپ کا یہ کہنا درست ہی نہیں ہے کہ جسم کا کسی ایک معین حیز میں آنا یہ ترجیح بلا مرجح ہے کیونکہ پانی کو جب ابالا جائے تو وہ باف کی صورت میں "ہوا" بنتا ہے اور اس وقت ایک معین حیز میں (یعنی بلکل پانی کے اوپر) ہوتا ہے یہ تو معین حیز میں آگیا یہ کیسے باطل ہے؟

جواب: ہمیشہ وضعِ سابق وضعِ لاحق کا تقاضا کرتی ہے لہذا وضع سابق مرجح ہوئی اور باف کی صورت میں جسم بنا ہی نہیں ہوتا وہ تو بننے کی تیاری میں ہوتا ہے لہذا اعتراض تو تب وارد ہوتا جب جسم بن چکا ہوتا۔

ردِ فلاسفہ

ہمارے نزدیک جب ہیولیٰ کا وجود ہی نہیں، اس کا صورتِ جسمیہ کے بغیر آنے نہ آنے کی بات تو الگ ہے۔

اسی طرح ہم جزءِ لایتجزیٰ کے باطل ہونے کے قائل نہیں، تو خط و سطح باطل کیسے؟

آپ کی "**ترجیح بلا مرجح**" والی بات بھی درست نہیں، کیونکہ جسم کو ترجیح دینے والا کوئی ہے اور وہ مرجح فاعل کا خود مختار ہونا ہے کہ وہ فاعل ہی طئے کرے گا کہ جسم اس ایک معین حیز میں ہو۔

* * *

فصلِ خامس: صورتِ نوعیہ کے بارے میں

سوال: صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی چیز کے اصل کا تصور اگر بغیر ٹائیٹل / عنوان کے کیا جائے تو اس کو صورت جسمیہ اور جس چیز کے اصل کا تصور ٹائیٹل کے ساتھ ہو اسے صورت نوعیہ کہتے ہیں۔

دعویٰ: ہر جسم طبعیّہ میں ہیولیٰ اور صورت جسمیہ کے علاوہ ایک اور صورت بھی ہوتی ہے جسے صورت نوعیہ کہتے ہیں۔

دلیل: بعض اجسام طبعیّہ کا جو بعض احیاز سے جو اختصاص ہوتا ہے وہ تین چیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(1) امر خارج کی وجہ سے (2) یا ہیولیٰ کی وجہ سے (3) یا صورت جسمیہ کی وجہ سے۔

امر خارج کی وجہ سے نہیں ہو سکتا کیونکہ امر خارج کا اگر عدم فرض کریں تو اس جسم کا بغیر حیز کے ہونا لازم آئے گا جو کہ باطل ہے کیونکہ ہر جسم کسی نہ کسی حیز میں ہوتا ہے۔

ہیولیٰ کی وجہ سے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ہیولیٰ کی وجہ سے اختصاص مانے تو تمام اجسام ایک حیز میں مشترک ہونا ثابت ہوگا اور یہ بھی باطل ہے۔

صورت جسمیہ کی وجہ سے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ صورت جسمیہ کے تمام اجسام حیزِ واحد میں مشترک ہو جائیں گے اور یہ بھی باطل ہے۔

تو ثابت ہو گیا کہ بعض اجسام طبعیّہ کا بعض احیاز کے ساتھ جو اختصاص ہے وہ نہ امر خارج کی وجہ سے ہے اور نہ ہیولیٰ کی وجہ سے ہے اور نہ صورت جسمیہ کی وجہ سے ہے بلکہ جسم میں پائی جانے والی ایک اور صورت ہے جس کی وجہ سے اختصاص ہوتا ہے اور وہ صورت نوعیّہ ہے۔

ھدایة:

سوال: مصنف نے لفظِ ھدایة کو کیوں ذکر کیا؟

جواب: اس کتاب میں مصنف کی عادت ہے کہ جب بھی کسی شبہ کو زائل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو ہدایۃ کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں کیونکہ شبہ گمراہی ہے اور اس شبہ کو زائل کرنا ھدایۃ ہے اس لئے ھدایۃ کہا گیا ہے۔

شبہ: پیچھے بیان ہوا کہ صورتِ جسمیہ ہیولیٰ کے بغیر نہیں آتی اور ہیولیٰ صورت جسمیہ کے بغیر نہیں آتا تو یہاں شبہ یہ پیدا ہوا کے ان میں علت اور معلول کا چکر ہے کیونکہ جہاں علت آتی ہے وہاں معلول بھی آتا ہے اور ایک مقولا بھی ہے "**تخلفُ العلة عن المعلول**" باطل ہے۔

جواب: اس میں شرط یہ ہے کہ علت معلول سے پہلے ہوتی ہے اور ہیولیٰ صورت جسمیہ کے لئے علت نہیں ہو سکتا۔

دلیل: علت کا وجود معلول سے پہلے ہوتا ہے اور ہیولیٰ صورت جسمیہ سے پہلے بالفعل موجود نہیں ہوتا، جیسا کہ چوتھی فصل میں گذر گیا اور صورت جسمیہ بھی ہیولیٰ کے لئے علت نہیں ہو سکتی کیونکہ صورت جسمیہ کا وجود یا تو شکل کے ساتھ ہوتا ہے یا شکل کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا صورت جسمیہ شکل سے پہلے موجود نہیں ہو سکتی اور شکل ہیولیٰ سے پہلے نہیں پائی جاسکتی، تو ثابت ہو گیا کہ صورت جسمیہ ہیولیٰ سے پہلے نہیں پائی جاسکتی، اگر صورت جسمیہ کو ہیولیٰ کے لئے علت مانے تو پھر لازم آئے گا کہ صورت جسمیہ کا وجود ہیولیٰ سے پہلے ہے اور یہ باطل ہے تو لہذا ثابت ہو گیا کہ صورت جسمیہ اور ہیولیٰ میں علت اور معلول والا چکر نہیں ہے بلکہ یہ دونوں معلول ہوگے کسی علت کے لئے اور وہ فلاسفہ کے نزدیک عقل ہے۔

وھم: پھر یہاں سے یہ ثابت ہو رہا ہے کے ہیولیٰ صورت جسمیہ سے "**من کل الوجوہ مستغنی**" ہے اور اسی طرح پھر صورت جسمیہ ہیولیٰ سے مستغنی ہے۔

جواب: ہیولیٰ اور صورتِ جسمیہ ایک دوسرے سے "**من کل الوجوہ مستغنی**" نہیں ہے بلکہ ان دونوں کو ایک دوسرے کی محتاجی ہوتی ہے صورتِ جسمیہ شکل بننے میں ہیولیٰ کی

محتاج ہوتی ہے اور ہیولیٰ باقی رہنے کے اعتبار سے صورت جسمیہ کی طرف محتاج ہوتا ہے۔

* * *

فصلِ سادس: مکان کے بارے میں

مکان دو چیزیں ہو سکتی ہیں، خلاء یا جسم حاوی کی سطحِ باطن اور جسم محوی کے سطحِ ظاہر کی مماسّ کو مکان کہتے ہیں۔

سوال: جسم حاوی، محوی، سطحِ باطن وظاہر کی وضاحت کریں!

جواب: دو جسم ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں جو اوپر ہو اس کو جسمِ حاوی اور جو نیچے ہو اسے جسمِ محوی کہتے ہیں۔ جسمِ حاوی کا جو حصہ جسمِ محوی سے ملا ہوا ہے اسے سطحِ باطن اور جسمِ محوی کے حصے کو سطحِ ظاہر کہتے ہیں۔

فلاسفہ کہتے ہیں: خلاء مکان نہیں ہو سکتا یہ باطل ہے۔

سوال: خلاء کیسے باطل ہے؟؟

جواب: خلاء یا تو لاشی ہو گی یا "مجرد عن المادہ" ہو گی اور پہلی صورت (یعنی خلاء لاشی ہو یہ) باطل ہے کیونکہ ایک خلاء دوسری خلاء سے کم ہوتی ہے جیسے "خلاء بین الجدارین خلاء بین المدینہ" سے کم ہوتی ہے تو جس میں کمی زیادتی ہو سکتی ہو اسے لاشی نہیں کہا جاسکتا، تو ثابت ہوا کہ خلاء لاشی باطل ہے۔

"مجرد عن المادہ" یہ بھی باطل ہے کہ اس کا مطلب ہے ہیولیٰ سے خالی ہو اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ذات اپنے محل سے غنی ہو پھر ان کا آپس میں اقتران نہیں ہو سکے گا تو یہ دلیل خلف ہے۔

* * *

فصلِ سابع: حیّز کے بارے میں

سوال: حیز طبعی کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی چیز کو دوسرے حیز میں رکھا جائے پھر وہ کھلے تو کسی دوسرے حیز میں چلی جائے تو اس دوسری حیز کو حیز طبعی کہتے ہیں۔

دعویٰ: ہر جسم کے لئے ایک حیز طبعی ہوتا ہے

دلیل: اگر عدمِ قواسر (یعنی خارجی عوامل کا عدم) فرض کیا جائے تو یہ کسی حیز میں ہو گا، پھر جسم اس حیز میں اپنی ذات کی وجہ سے ہو گا یا قواسر کی وجہ سے ہو گا، دوسرا (یعنی قواسر کی وجہ سے) نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم نے قواسر کا عدم فرض کیا ہے تو پہلا متعین ہو گیا جو کہ جسمِ طبعی ہے اور مطلوب بھی یہ ہی ہے۔

دعویٰ: ایک جسم ایک ہی حیز طبعی میں ہوتا ہے، ایک جسم کا دو یا دو سے زائد احیازِ طبعی میں ہونا جائز نہیں ہے!

دلیل: اگر جسم کے لئے دو حیزِ طبعی ہوں تو جسم ان میں سے کسی ایک میں ہو گا، تو وہ یا دوسرے کی طرف جانے کا طالب ہو گا ہے یا طالب نہیں ہو گا۔

پہلی صورت (یعنی دوسرے کی طرف جانے کا طالب ہو) میں لازم آئے گا کہ پہلے جس حیز میں ہے وہ اس کی حیز طبعی نہیں، اور ہمارا مفروضہ تھا کہ جسم کا ایک حیز طبعی ہوتا ہے تو یہ دلیل خلف ہے لہذا باطل ہے۔ اور اگر دوسرے کا طالب نہیں ہے تو دوسری حیز اس کی حیز طبعی نہیں ہے اور ہم نے فرض کیا تھا کہ ہر جسم کے لئے دو حیز طبعی ہوتی ہے، لہذا یہ بھی دلیل خلف ہوا۔

معلوم ہوا کہ ایک جسم کے ایک ہی حیزِ طبعی ہوتی ہے۔

* * *

فصلِ ثامن: شکل کے بارے میں

ہر جسم کی شکل طبعی ہوتی ہے وہ جسم اس شکل کا تقاضا کرتا ہے۔

دعویٰ: ہر متشکل (جسم) کے لیے شکلِ طبعی ہوتی ہے۔

دلیل: ہر جسم متناہی ہوتا ہے اور ہر متناہی متشکل ہوتا ہے اور ہر متشکل کے لئے ایک شکل طبعی ہوتی ہے پس ہر جسم کے لئے شکل طبعی ہوتی ہے کیونکہ ہر جسم متناہی ہوتا ہے۔(کَمَّا مَرَّ)

دعویٰ: ہر متناہی متشکل ہوتا ہے۔

دلیل: اگر اس شکل کا احاطہ ایک حد نے کیا ہو تو وہ سرکل (Circle) ہوتا ہے، تین حدین احاط کریں تو مثلث (Triangle) ہوتا ہے چار حدین ہو تو چورس، معلوم ہوا کہ ہر متناہی متشکل ہوتا ہے۔

* * *

فصلِ تاسع: حرکت وسکون کے بارے

سوال: حرکت اور سکون کسے کہتے ہیں؟

جواب: قوّت سے فعل کی طرف بتدریجاً آنا حرکت کہلاتا ہے اور سکون کا مطلب عدم الحرکت ہونا ہے یعنی جو پہلے متحرک ہو بعد میں اس کی حرکت ختم ہو جائے تو یہ سکون کہلائے گا۔

دعویٰ: ہر متحرک جسم کے لیے جسمیت کے علاوہ محرِّک ہوتا ہے۔

دلیل: اگر جسم اس وجہ سے متحرک ہے کہ وہ جسم ہے تو پھر ہر جسم کا متحرک ہونا لازم آئے گا حالانکہ ہر جسم متحرک نہیں ہوتا بلکہ بعض اجسام ساکن بھی ہوتے ہیں۔

سوال: ”والتالي كاذبٌ فالمقدم مثله“ کی وضاحت کریں۔

جواب: شرط کو مقدم اور جزاء کو تالی کہا جاتا ہے کیونکہ شرط مقدم ہوتا ہے اور جزاء بعد میں آنے والی ہوتی ہے جیسے: ”من ضَحِكَ ضُحِكَ“ میں من ضحک مقدم اور ضُحکَ تالی ہے۔

فائدہ: تالی باطل ہو تو مقدم بھی باطل ہو جاتا ہے اور مقدم باطل تو تالی باطل، اسی طرح تالی ثابت ہو تو مقدم ثابت ہو گا اور مقدم ثابت تو تالی ثابت۔

مذکورہ صورت میں جسم کا محرک جسمیت ہے یہ مقدم ہے اور تمام اجسام کا متحرک ہونا یہ تالی ہے جب تالی کاذب / باطل ہے یعنی تمام اجسام متحرک نہیں ہوتے تو مقدم بھی باطل ہو گا یعنی کہ جسم کا محرک جسمیت نہیں ہو سکتی۔

سوال: حرکت کی کتنی اور کون کونسی قسمیں ہیں؟

جواب: حرکت کی چار قسمیں ہیں:

1) حركة فی الكم: کمیت و مقدار میں حرکت کا ہونا حرکت فی الکم ہوتا ہے جیسے: کمی و زیادتی ہونا۔

2) حركة فی الكيف: ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کو حرکت فی الکیف

کہتے ہیں جیسے: پانی کا ٹھنڈا، گرم ہونا۔

3) حرکۃ فی الأین: جسم کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونا حرکت فی الأین ہوتا ہے۔

4) حرکۃ فی الوضع: کسی جسم کا ایک ہی دائرے میں حرکت کرنا حرکت فی الوضع کہلاتا ہے۔ جیسے پنکھے کا حرکت کرنا۔

سوال: فاعل (یعنی متحرک) کے اعتبار سے حرکت کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

جواب: اس اعتبار سے حرکت کی دو قسمیں ہیں:

1) حرکتِ ذاتیہ: جو حرکت جسم کی اپنی ذات کی وجہ سے بغیر کسی واسطے کے ہو اسے حرکت ذاتیہ کہتے ہیں، جیسے کشتی کا حرکت کرنا۔

2) حرکتِ عرضیہ: جس حرکت جسم کی اپنی ذات سے نہ ہو بلکہ کسی دوسرے واسطے کے سبب ہو اسے حرکتِ عرضیہ کہتے ہیں جیسے کشتی میں سوار شخص کا حرکت کرنا۔

سوال: حرکتِ ذاتیہ کی کتنی اور کون کونسی قسمیں ہیں؟

جواب: حرکت ذاتیہ کی تین قسمیں بنتی ہیں؛

1) حرکتِ طبعیہ: جو حرکت امرِ جارج کے سبب حاصل نہ ہو اور اس میں شعور و ارادہ بھی نہ ہو اسے حرکتِ طبعیہ کہتے ہیں۔

2) حرکتِ ارادیّہ: جس حرکت کی ابتداء امرِ خارج کی وجہ سے نہ ہو اور شعور و ارادہ کے ساتھ ملی ہوئی بھی ہو اسے حرکتِ ارادیہ کہتے ہیں۔

3) حرکتِ قسریّہ: جو حرکت کسی کاسر کے کروانے کی وجہ سے ہو وہ حرکتِ کسریہ ہوتی ہے۔

سوال: حرکتِ ذاتیہ کی تین اقسام کی وجہ حصر بیان کریں۔

جواب: قوتِ محرّکہ امرِ خارج کی وجہ سے ہو گی یا نہیں ہو گی، امرِ خارج کی وجہ سے نہ ہو تو دو صورتیں ہو نگی، اس کے لیے شعور ہو گا یا شعور نہیں ہو گا، شعور ہو تو حرکتِ ارادیہ، شعور نہ ہو تو حرکتِ طبعیہ ہو گی اور امرِ خارج کی وجہ سے ہو تو حرکتِ قسریہ ہو گی۔

* * *

فصلِ عاشر: زمانے کے بارے

سوال: زمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: جسمِ سریعہ (یعنی تیز چلنے والے جسم) اور جسمِ بطیئہ (آہستہ چلنے والے جسم) کی حرکت کو مسافت میں فرض کریں، دونوں جسموں کو ایک ساتھ حرکت کرنے کے لیے چھوڑیں پھر دونوں کو ایک ساتھ حرکت کرنے سے روکے تو سریعہ کو مسافت بطیئہ کی مسافت سے زیادہ ہو گی اور بطیئہ کی اس سے کم ہو گی، تو جو ان دونوں کے درمیان مسافت میں وسعت ہے وہ ہی امکان (یعنی زمانہ) ہے کیونکہ یہ کمی زیادتی کو قبول کر رہا اور یہ غیر ثابت (جس کے اجزاء جمع نہ ہوتے ہوں) بھی ہے تو جو اس طرح ہو اسے زمانہ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر تیز حرکت تو ہو لیکن وقت / زمانہ نہ ہو تو وہ جسم وہاں پر ہی ہو گا مسافت طئے نہیں کرے گا۔

دلیل: زمانہ ایک قسم کا کم (یعنی مقدار) ہے اور یہ یا تو **ھیّئتِ قارّہ** کے لیے مقدار ہو گا یا **ھیئتِ غیرِ قارّہ** کے لیے، پہلی صورت درست نہیں کیونکہ زمانہ غیر قارّہ ہوتا ہے (یعنی اجزاء جمع نہیں ہوتے) اور جو غیرِ قارّہ ہو وہ ہیئتِ قارّہ کے لیے مقدار نہیں ہو سکتا، بہر حال دوسری صورت یعنی **ھیئتِ غیرِ قارّہ** کے لیے مقدار بنے تو ہر **ھیئتِ غیرِ قارّہ** حرکت ہوتی ہے اور زمانہ مقدارِ حرکت ہی کا تو نام ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ زمانہ مقدارِ حرکت کا نام ہے۔

دعویٰ: فلسفہ کے نزدیک زمانہ ابدی اور ازلی ہے یعنی نہ زمانے کی ابتداء ہے نہ ہی انتہاء۔

دلیل: اگر زمانے کے لیے ابتداء ہوتی تو اس ابتداء سے پہلے زمانے کا عدم ہونا ثابت ہوتا جسے قبلیۃ کہا جاتا ہے اور ہر قبلیۃ بعدیۃ کے ساتھ ہی آتی ہے قبلیۃ و بعدیۃ کو تو زمانہ کہا جاتا ہے لہٰذا زمانے کی ابتداء سے پہلے زمانے کا ہونا لازم آئے گا جو کہ خلافِ مفروضہ ہے، اسی طرح اگر زمانے کی انتہاء ہو تو اس کے بعد بعدیۃ ہو گی جو کہ قبلیۃ کے ساتھ آتی ہے اور اسی کو زمانہ کہا جاتا ہے تو زمانے کی انتہاء کے بعد زمانے کا ہونا لازم آئے گا جو کہ خلافِ مفروضہ ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ زمانے کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء، بلکہ یہ ازلی وابدی ہے۔

* * *